# جی چاہتا ہے نقشِ قدم چومتے چلیں

# امام حسن اسمٰعیل الہضیبیؒ

خان یاسر

## امی، ابّی اور دادا کے نام

جن سے میں نے سیکھا کہ

عظیم شخصیات

آسمان سے نہیں اترتیں

بلکہ

زمین پر پیدا ہوتی ہیں،

زمین سے وابستہ ہوتی ہیں؛

اور یہ کہ

ہر بچہ

اگر 'چاہے'

تو 'بڑا' آدمی بن سکتا ہے...

میں کیوں اہل جہاں کی ترش روئی کا برا مانوں
گراں خوابی میں جھنجھلایا کرتے ہیں جگانے پر

”قرآن کی حکومت اپنے دلوں میں قائم کرلو۔ زمین پر یہ خود بخود قائم ہوجائے گی۔[۲۷]“

”میں کسی رفیق کو مجبور نہیں کرتا کہ وہ ضرور عزیمت کی راہ اختیار کرے اور ضرور ہی ہمارا ساتھ دے، لیکن میں آپ لوگوں سے کہے دیتا ہوں کہ ان لوگوں کے ذریعے کبھی تحریکیں کامیاب نہیں ہوتیں جو رخصتوں کا سہارا لیا کرتے ہیں۔[۲۸]“

**(حسن الھضیبی)**

# حسن الہضیبی

**اوائل عمری:** حسن اسمٰعیل الہضیبی مصر کے عرب لمحة القليوبيه میں دسمبر 1891 میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گاؤں میں ہی ہوئی، یہیں قرآن کے حفظ سے فارغ ہوئے۔ اس کے بعد جامعه ازهر میں داخل ہوئے جہاں سے 1907 میں ابتدائی سند حاصل کی۔ پھر خديويه الثانويه سے 1911 میں گریجویشن کیا۔ بعدازیں كلية الحقوق میں داخلہ لیا اور 1915 میں قضاة کی سند حاصل کی۔ بچپن سے ہی ذہین، سنجیدہ اور فکرمند تھے۔ اساتذہ کے چہیتے شاگرد رہے۔ خود ان کے ساتھی ان کا اس درجہ عزت واحترام اور بھروسہ کرتے تھے کہ اپنے جھگڑوں کا تصفیہ کرانے کے لیے ان کے پاس آتے تھے۔ ہضیبی شروع سے ہی عزیمت کے پیکر تھے۔ مدرسۃ الحقوق میں انھیں نمازوں کے لیے وقت نہیں مل پا رہا تھا، پڑھائی کے بوجھ اور لیکچر کے عجیب وطویل اوقات کی وجہ سے انھیں نمازیں جمع کر کے پڑھنی پڑ رہی تھیں، ان کے ضمیر نے انھیں ملامت کی کہ وہ اللہ کی طرف سے عائد کردہ فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کر رہے ہیں، بس اس خیال کا آنا تھا کہ وقت کو کسی نہ کسی طرح منضبط کر کے انھوں نے ہر نماز وقت پر ادا کرنی شروع کی اور دوسروں کے لیے ایک مثال قائم کی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد بلاتاخیر انٹرنشپ یا ٹریننگ کے طور پر انھوں نے شبین القناطر (قاہرہ) میں وکالت کا آغاز کر دیا۔ بعدازیں وہ سوہاج منتقل ہوئے جہاں 1924 میں انہوں نے بطور قاضی اپنے پروفیشنل کریئر کا آغاز کیا۔ انھوں نے قنا، نجع حمادی (1925)، منصورہ (1930) میں بطور قاضی اپنے فرائض انجام دیے۔ اس کے بعد المنیا میں ایک سال، علاوہ ازیں 1933 تک اسیوط، زقازیق اور جیزہ میں بھی قضا کے مختلف عہدے سنبھالے۔ اس کے بعد قاہرہ میں سکونت پذیر ہو گئے۔ منصب قضا کے علاوہ وہ محکمہ استغاثہ کے ڈائریکٹر، جاسوسی محکمے کے ذمہ دار اور Court of cassation میں عدالتی معائنے کے صلاح کار بھی رہے۔

**اخوان المسلمون سے تعلق:** دینی جذبہ اور فطری صالحیت حسن ہضیبی میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اخوان المسلمون کی صالح اجتماعیت سے وابستگی نے اس کو درجۂ کمال تک پہنچادیا۔ حسن ہضیبی اخوان کے نظریات سے پہلے ان کے کردار سے متاثر ہوئے۔ 1942 میں قیام زقازیق کے دوران انھوں نے دیکھا کہ جاہل کسان بھی دین اور سیاست کے اہم امور پر کافی جانکاری رکھتے ہیں اور تبادلہ خیال کرتے ہیں۔ غور کرنے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ کسانوں میں اس بیداری کی وجہ ان کا اخوان سے تعلق ہے۔ اس کے بعد انھوں نے حسن البنا شہید کے خطبات جمعہ میں شرکت شروع کی اور نقد دل ہار بیٹھے۔ بعد میں وہ باقاعدہ رکن بن کر اخوان کی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگے، اجتماعات میں سب سے پہلے آپ ہی آتے اور اخیر میں جاتے، مرشد عام بننے کے بعد بھی نظم اور وقت کی یہی پابندی جاری رہی۔

فروری 1949 میں شرپسندوں نے مرشد عام حسن البنا کو شہید کردیا، یہ تحریک اسلامی کے لیے خسارۂ عظیم تھا مگر اسلامی تحریکات شخصیات نہیں نظریات پر مبنی ہوتی ہیں۔ اخوان نے اپنے اوسان بحال کیے اور مرکزی شوریٰ نے حسن ہضیبی کو قیادت کی ذمہ داری سونپ دی۔ انھوں نے اپنی کبر سنی اور صحت کا حوالہ دے کر ہرچند معذرت کی لیکن اخوان کے اصرار کے سامنے ان کی ایک نہ چلی۔ شاہ فاروق نے اخوان پر پابندی لگائی ہوئی تھی، اخوان کی قیادت، فوج اور دیگر بااثر طبقات کے تعاون سے شاہ فاروق کی حکومت کا تختہ پلٹ دیا گیا۔ عوام میں خوشی کی لہر دوڑ گئی کہ اب مصر میں اسلامی قوانین کا نفاذ ہوگا لیکن جمال عبدالناصر (فوج کا اعلیٰ عہدیدار جو منافقانہ طور پر اخوان سے وابستہ تھا) نے اپنے پتے چھپا رکھے تھے۔ شروع میں ہی اسلام کے نام سے اصلاحات کے نفاذ کو اس نے 'مصلحت' کے خلاف بتایا۔ انقلاب کے پرآشوب دور سے اخوان کو صحیح سالم نکال لانے کے بعد ہضیبی نے سوچا کہ انھوں نے اپنی ذمہ داری نبھادی ہے لہٰذا جب نحاس پاشا کی حکومت نے اخوان کے مکتب ارشاد (مجلس شوریٰ) کو مشورے کے لیے بلایا تو حسن ہضیبی نے بطور مرشد عام اس وفد کی قیادت سے انکار کردیا کہ اب حالات نارمل ہیں اخوان کو اپنے کیڈر کی رائے سے کسی مستقل مرشد کا انتخاب کرلینا چاہیے (وہ خود کو قائم مقام مرشد سمجھ رہے تھے)۔ ان کے کسی عذر کو نہ سنتے ہوئے 17 اکتوبر 1951 کو انھیں باقاعدہ اخوان کا مرشد عام مقرر کردیا گیا۔ اس فیصلے کے بعد تحریک کی قیادت کے لیے خود کو مکمل طور پر یکسو کرتے ہوئے آپ نے فوراً عدلیہ سے استعفیٰ دے دیا۔

ہضیبی ناصر کے عزائم کو بھانپ گئے اور ناصر بھی ان سے کھٹک گیا تھا۔ لہٰذا پہلے انھیں لالچ سے رام کرنے کی کوششیں ہوئیں پھر اندرونی و بیرونی دباؤ پر انھیں مرشد عام کے عہدے سے ہٹانے کے لیے سخت سے سخت چالیں چلی گئیں۔ لیکن اللہ بہترین کارساز ہے۔ اخوان کے کئی سرکردہ قائدین نے لکھا ہے کہ جیلوں میں تعذیب کے دوران پہلے پہل ان سے صرف ایک مانگ کی جاتی تھی کہ وہ حسن الہضیبی کو مرشد ماننے سے انکار کردیں۔ ہضیبی کی قیادت سے لوگوں کو برگشتہ کرنے کے لیے اخوان کی صفوں میں بغاوت کو ہوادی گئی۔ ایک باغی عبدالرحمن سندی نے فوجی جوانوں کے ہمراہ ہضیبی کے گھر پر دھاوا بول دیا، انھیں پکڑ کر دور لے گئے، جان کی دھمکی دی اور مطالبہ کیا کہ وہ قیادت سے مستعفی ہو جائیں۔ ہضیبی کبھی اس منصب کو قبول کرنے پر آمادہ نہ تھے لیکن اب جب انھوں نے دیکھا کہ ان کی دستبرداری میں باطل کی خوشی ہے تو انھوں نے استعفیٰ دینے سے صاف انکار کردیا۔ خوف و ہراس کے اس ماحول میں بھی اخوان کی معمول کی سرگرمیوں پر انھوں نے کوئی فرق آنے نہ دیا۔ خصوصی دعوتی ملاقاتوں کا سلسلہ زور پکڑتا رہا۔ فوج سے اسلامی قوانین کے نفاذ کے سلسلے میں گفت وشنید ہوتی رہی۔

**المرشد الممتحن :** یعنی آزمائشوں کا مرشد...... یہ حسن الہضیبی کا لقب بن گیا جو اس بات کا عکاس ہے کہ ان کا دور اخوان کے لیے مصائب، ابتلا اور آزمائش کا دور تھا۔ انقلاب اخوان کے زور پر آیا تھا مگر ایک فرعون کی جگہ دوسرے نے لے لی تھی۔ 13 جنوری 1953 کو ہضیبی کو گرفتار کرلیا گیا لیکن شاہ سعود کی مداخلت پر مارچ میں ہی آپ رہا ہوگئے۔ عبدالناصر نے اس رہائی پر ان کے گھر جا کر مبارکباد دی۔ ہضیبی نے صلح کے لیے کئی تجاویز رکھیں لیکن ناصر کی نیتوں میں ہی فتور تھا۔ وہ کسی حال میں بھی عبوری حکومت کے قیام (جس میں فوج کے ساتھ اخوان کی وزارتیں بھی ہوتیں) اور عام انتخابات پر راضی نہ ہوا۔ ملک کے ماحول کو کشیدہ دیکھ کر مرشد عام عرب کے سفر پر روانہ ہوئے۔ سعودی عرب، شام اور لبنان کا سفر کیا۔ اسی دوران ناصر نے مصر کے مفادات کے خلاف برطانیہ سے معاہدہ کرلیا جس کی اخوان نے جم کر مخالفت کی۔ وطن واپسی پر ناصر نے ایئرپورٹ کے سارے راستوں کی ناکہ بندی کر رکھی تھی، لیکن پھر بھی مرشد عام کے استقبال کے لیے ایک شاندار جلوس نکلا۔

اخوان کی عوامی قوت سے ناصر خوفزدہ ہوگیا، اس نے اخوان کا گھیرا تنگ کرنا شروع کردیا۔ 1954 کے اخیر میں اس نے اخوان پر پابندی لگادی، حسن الہضیبی بھی گرفتار کرلیے گئے۔ ان کے لیے ارباب

اقتدار پھانسی سے کم کسی سزا کے روادار نہ ہوئے۔ البتہ بعد میں ان کی کبرسنی اور صحت کو دیکھتے ہوئے سزائے موت، عمر قید میں بدل گئی۔ مسلسل تعذیب کے نتیجے میں ایک سال کے اندر اندر ان کی صحت کافی خراب ہوگئی تو یہ قید بھی نظر بندی میں تبدیل ہوگئی۔ آخرکار 1961 میں اس بوڑھے شیر کو ناکارہ سمجھ کر یہ قید بھی اٹھالی گئی۔ مگر اس بوڑھے شیر کی رگوں میں ایمان کا گرم سیمابی خون دوڑ رہا تھا۔ انھوں نے اپنی صحت، عمر اور حکمرانوں، کسی کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اخوان کی شیرازہ بندی کی۔ کام کو استحکام بخشا، اخوان میں نئی روح پھونک دی۔ صبر و عزیمت کا یہ پیکر ایک بار پھر حکومت کی نگاہوں میں کھٹکنے لگا۔ آخرکار 23 اگست 1965 کو انھیں اسکندریہ میں گرفتار کرلیا گیا۔ تین سال کی سزا ہوئی۔ پے در پے اذیتوں اور مشقت سے صحت ایسی متاثر ہوئی کہ اسپتال جانا پڑا، وہاں سے پھر سزا کی تکمیل کے لیے جیل آئے۔ سزا کی مدت تو پوری ہوگئی لیکن اب کی بار حکومت کوئی رسک لینا نہیں چاہتی تھی۔ سزا کی میعاد بڑھائی جاتی رہی آخرکار وہ 13 اکتوبر 1971 کو ہی رہا ہو پائے۔ اخوان پر اب بھی پابندی تھی لیکن حسن الہضیبی کی قیادت میں اخوان کے متعدد رہنماؤں نے آزاد امیدواروں کے طور پر الیکشن میں حصہ لیا اور بڑی کامیابی حاصل کی۔

تحریک پر پابندی رفقاء کی اسیری، تعذیب، صحافت پر قدغن، حکومت کا درپے آزار ہونا، بڑھتی عمر اور گرتی صحت، ان تمام مایوس کن عوامل کے درمیان حسن ہضیبی نے 23 سال تک اخوان المسلمون کی شاندار قیادت کی۔ ان کا فلسفہ بقول ان کے ''**قرآن کی حکومت اپنے دلوں میں قائم کرلو۔ زمین پر یہ خود بخود قائم ہوجائے گی**'' تھا۔ وہ بالکل ان الذین آمنو ثم الستقم کی زندہ تفسیر تھے۔ انھوں نے ہر طرح کی اذیت برداشت کی لیکن باطل کے سامنے سر نہ جھکایا۔ جیل میں کسی بڑے عہدیدار کے آنے پر قیدیوں کا کھڑا ہونا 'فرض' تھا۔ لیکن باوجود تعذیبوں کے امام ہضیبی سے ظالموں کی تعظیم نہ کی گئی، وہ ہر بار اونچے سے اونچے عہدیدار کو کھری کھری سناتے رہے۔

ساری زندگی تحریک کی راہ میں لگا دینے والا تحریک اسلامی کا یہ دوراندیش سپہ سالار 11 نومبر 1973 کو اپنے خالق حقیقی سے جاملا۔ **قاضی نہیں! داعی اور یہ ھے قرآن**، یہ شہرۂ آفاق تصانیف ان کی یادگار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی قربانیوں کو درجہ قبولیت سے سرفراز فرمائے۔ اور اس بوڑھے کی تڑپ اور سوز و گداز سے امت کے جوانوں کو آشنا کردے۔ آمین!